احرار اور تحریک آزادیٔ کشمیر

انٹرویو: خواجہ محمد یعقوب (لاہور) / ضبطِ تحریر: صفدر ادیب

تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء کے حوالے سے یادداشتوں پر مشتمل ایک دلچسپ تحریر

کشمیر سے اطلاعات آ رہی تھیں کہ ڈوگرہ حکومت نے کشمیر میں مسلمانوں کی زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔ مسجدوں میں تالے ڈال دیئے گئے اور قرآن حکیم کی بے حرمتی کی گئی۔ پھر کیا تھا...... مجلس احرار نے کشمیر تحریک شروع کر دی۔ ہر شہر سے قافلے کشمیری مسلمانوں کی امداد کو جانے کے لیے تیار ہونے لگے۔ قافلوں میں سترہ سے بائیس سال تک کے نوجوان شامل کیے جاتے تھے۔ روانگی سے پہلے عہد نامے پر دستخط لیے جاتے جس میں ہر تکلیف کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنے، خیر اور بھلائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

جالندھر کے قافلے میں انتیس جانباز شامل ہوئے۔ میں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بانسوں والے بازار جہاں آج کل گڑ منڈی ہے، سے ہاشم شہید شاہ کے مزار کے سامنے قافلہ کوچ کے لیے تیار ہونے لگا۔ حاجی سید احمد شاہ سالارِ احرار کی سرکردگی میں ہمارا قافلہ شہر کے لوگوں کو الوداع کہنے کے لیے اڈے کی طرف روانہ ہو گیا اور اگلے روز ہم سیالکوٹ پہنچ چکے تھے۔ جہاں مولانا مظہر علی اظہر قافلہ بندی کر کے روانگی کا حکم دیتے، ابھی ہم یہیں تھے کہ اطلاع آئی کہ سوچیت گڑھ کے مورچے پر کچھ مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ جہلم اور امرتسر کے قافلے آ گئے تو جلسے کی تیاری ہونے لگی۔ جلسے کے بعد خبر آئی کہ الٰہی بخش چنیوٹی (۱) میرپور کی پہاڑیوں میں شہید ہو گئے اور اُن کے کچھ ساتھی زخمی حالت میں پڑے ہیں۔ یہ قافلے والوں کی آزمائش کا وقت تھا۔ مگر ہمارے دل خوف وہراس کے بجائے شوقِ شہادت سے لبریز تھے۔ مجاہدانہ زندگی کا نظارہ آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ تمام رات نعت خوانی اور تلاوتِ قرآن میں گزار دی۔ علی الصبح روانگی ہوئی۔ میرپور کی تمام پہاڑیوں میں ڈوگرہ فوج مقیم تھی اور اردگرد سرحدوں پر انگریزی فوج اس کی مددگار۔ سردیوں کا موسم تھا۔ دریا میں کشتیوں کی آمد ورفت بند کر دی گئی تھی۔ اور میرپور کی فوجی چوکی کے ساتھ ہی تار کھینچ کر جیل بنا دی گئی۔ لڑنا ہمارا مقصد نہ تھا۔ ہم تو کشمیر کی سرحد پار کر کے کشمیری مسلمانوں کی آزادی اور حقوق کا مطالبہ کرنا چاہتے تھے۔ جہلم سے آیا ہوا قافلہ جب اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگاتا سرحد میں داخل ہونے لگا تو گرفتار کر لیا گیا۔ ہمارے قافلے نے موقع غنیمت جان کر

(۱) چنیوٹ کا احرار کارکن، جو تحریکِ کشمیر کا پہلا شہید تھا۔ (ادارہ)

جنگلات کا رخ کیا۔ ہماری یہ روانگی بالکل خفیہ رہی۔ ایک جگہ راستے میں نہر آ گئی۔ رات ہو چکی تھی۔ قافلے والے ٹھہر جانے کے متعلق سوچنے لگے کہ میں نے اللہ کا نام لے کر نہر میں چھلانگ لگا دی۔ پھر دوسرے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ غرض ہم سینے نامی ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ جہاں کے لوگوں نے ہماری ہر طرح مدد کی۔ ہم رات کو سفر کرتے۔ دن کو چھپ جاتے۔ باہر کی دنیا سے ہمارا رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ ہم ہر رات دس میل کا راستہ طے کرتے۔ ہم ارادہ کر چکے تھے کہ سری نگر پہنچ کر دم لیں گے۔ ہمارے کپڑے پتھروں اور جھاڑیوں میں الجھ کر پھٹ چکے تھے۔ فاقہ اور جوشِ جہاد زوروں پر تھا۔ مگر بدقسمتی سے سیری کے مقام پر پولیس بہت زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ راستہ کوئی نہ تھا۔ بچ کر نکل جانا ناممکن ہو گیا۔ پاؤں میں چھالے پڑ چکے تھے۔ ایک چشمے پر وضو کر کے ہم ظہر کی نماز ادا کرنے کھڑے ہوئے۔ جب سلام پھیرا تو ہمارے چاروں طرف پولیس اور فوج گھیرا ڈال چکی تھی۔ ہم نے پھٹی ہوئی سرخ قمیصوں کو اپنی لاٹھیوں پر جھنڈے کے طور پر بلند کر دیا اور اللہ اکبر کے نعروں سے پوری فضا گونجنے لگی۔ بالآخر ہمیں گرفتار کر لیا گیا۔ ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں مگر اکثر نے جھٹکے دے دے کر ان پرانی قسم کی ہتھکڑیوں کو توڑ ڈالا۔ تڑاخ تڑاخ ہتھکڑیاں ٹوٹ رہی تھیں اور پولیس حیران ہو کر گھبرا رہی تھی۔ حالانکہ ہم کوئی مزاحمت نہیں کر رہے تھے۔ پولیس نے مجبور ہو کر ہتھکڑیوں کے بغیر جلوس کی شکل میں تھانے لے جانا منظور کیا۔ صبح ہوئی تو سیری کے مسلمانوں نے مکی کی روٹی، دودھ، دہی سے ہماری آخری تواضع کی۔ پھر ہمیں پولیس کی بھاری جمعیت میں میر پور جیل روانہ کر دیا گیا۔ سیری میں مشعل جلا جلا کر لوگوں نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ میر پور جیل میں ہم ان ساتھیوں سے جا ملے جو دس دن تلاش کے بعد ہمارا ماتم کر چکے تھے۔ ہمارے ملاپ پر جیل میں ہی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ میر پور کی اس جیل میں تقریباً آٹھ ہزار احرار رضا کار قید تھے۔ جیل کے عملے کے لیے قیدیوں کا انتظام ایک مشکل مسئلہ بن گیا۔ راشن ٹھیک نہ ملا تو قیدیوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کچھ قیدیوں کے ہمراہ مجھے اور میرے چند ساتھیوں کو گوبند پور جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ پٹن سے تین میل دور کشمیری گوبند پورہ کے گھوڑوں کا اصطبل تھا۔ جسے اب ہماری جیل کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہاں پولیس نے پوری سختی شروع کر دی۔ ٹولیاں بنا کر رضا کاروں کو تھانے لے جاتی اور خوب پٹائی کرتی تاکہ وہ تحریک سے دستبردار ہو جائیں۔ جب پولیس کی کچھ پیش نہ چلی تو ایک دن ہمارے راشن میں زہر ملا دیا گیا۔ کھانے کے وقت پہلے ہی لقمے کے بعد رضا کاروں کی حالت خراب ہونے لگی۔ کچھ کانپنے لگے، کچھ کو خون کے دست اور قے شروع ہو گئیں۔ مجھے بھی ہسپتال پہنچا دیا گیا مگر میں ایسا سخت جان نکلا کہ جلد ہی اچھا ہو گیا۔ شہادت میرے نصیبوں میں نہ تھی یا شاید قدرت ابھی مجھ سے کچھ اور کام لینا چاہتی تھی۔ بہرحال ایک افراتفری پھیل گئی۔ جیل والے بھی گھبرا گئے۔ کیونکہ یہ خبر کسی طرح باہر نکل چکی تھی اور جلد ہی حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی تھی۔ ہوتے ہوتے یہ خبر پورے ہندوستان میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی اور بڑے بڑے لیڈر، احرار کے ڈکٹیٹر اور رضا کاروں کے عزیز و اقارب دوڑ پڑے۔ دریائے جہلم کے کنارے ہزاروں آدمیوں کا ہجوم اپنے مردے لے جانے کے خیال سے چار پائیاں لیے آ موجود ہوا۔ راشن امتحان

کے لیے لاہور بھیج دیا۔ اگلی صبح پتن جیل کے قیدیوں نے بغاوت کردی، جیل توڑ کر باہر نکل آئے۔ پہاڑوں کے درمیان مسلسل اللہ اکبر کے نعروں سے عجیب سماں پیدا ہوگیا۔ جیسے یہ پہاڑ ابھی نعروں کی تاب نہ لا کر اپنی جگہ چھوڑ دیں گے۔ گورا پلٹن نے قیدیوں کو دوبارہ حراست میں لے لیا اور الگ الگ کوٹھڑیوں میں رکھا۔ کھانے کا بھی انتظام اچھا ہوگیا تھا۔ حکام اور لیڈروں کے درمیان گفتگو جاری تھی۔ مگر قیدیوں کو آپس میں ملنے جلنے کی اجازت نہ تھی۔ میرے ایک ساتھی غلام نبی جانباز نے جو جیل میں بھی نئی نئی شرارتیں کیا کرتا تھا۔ قیدیوں سے ملنے کی ایک نرالی ترکیب نکالی۔ اس نے جھاڑو اور ٹوکرہ لے کر تمام قیدیوں کی کوٹھڑی کا چکر لگایا۔ ایک سپاہی نے اس بھیس میں اسے دیکھ لیا تو افسر سے جا شکایت کی۔ ٹیلا رام جیل کا داروغہ تھا۔ اس نے ایک ہنٹر جانباز کے ماردیا۔ دوسرے وقت جب وہ گنتی کے لیے آیا تو میں نے پکڑ کر وہ ٹھکائی کی کہ توبہ ہی بھلی۔ جب بے ہوش ہوگیا تو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ جیل میں تو طوفان کھڑا ہوگیا۔ تحقیقات ہوئی، قیدیوں پر سختیاں بھی ہوئیں مگر کسی نے یہ نہ بتایا کہ کس نے مارا ہے۔ جیل والے ہم سے تنگ تھے ہی، ہمیں قصور جیل منتقل کردیا۔ اتنے میں رمضان شریف آ گیا۔ ہمیں حکم ملا تمام رمضان امن سے رہنا ہے۔ کیونکہ مجلس احرار کے لیڈروں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا داؤد غزنوی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق، مولانا مظہر علی اظہر اور شیخ حسام الدین سے حکومت مصالحت کی گفتگو کر رہی تھی اور شرائط یہ تھیں کہ کشمیر میں مسجدیں واگزار کی جائیں اور آزاد اسمبلی قائم کی جائے۔ مسلمانوں پر کشمیر کی چراگاہیں کھول دی جائیں اور ان کے جانی اور مالی نقصانات کی تلافی کی جائے۔ بڑی حد تک سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ عید سے ایک دن پہلے تمام قیدیوں کے سفری ٹکٹ بن کر آ گئے اور قیدی رضا کار آبرومندانہ طریقے سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(ماہنامہ ''سیارہ ڈائجسٹ'' لاہور۔ جولائی ۱۹۶۵ء)

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
27 اگست 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961